P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۱ | ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۵۲ع | اڈیٹر۔ قاضی عبدالغفار | ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۱ ہجری | نمبر ۶۶

کچھ اپنی باتیں

حیرت انگیز اور دلچسپ

اتر پردیش کے حاکمانہ حلقوں میں دلچسپیوں اور حیرت انگیزیوں کی کوئی کمی نہیں ہے سابق وزارت تعلیمات کے انداز حکمرانی کی یہہ داستان ہم جدید وزارت تعلیمات کی خدمت میں پیش کرنے کی جرات کرتے ہیں۔

پس منظر | ایک زمانہ سے اس صوبہ میں حکومت نے ایک "پراونشل ایجوکیشن کمیٹی" قایم کر رکھی تھی جسکا مقصد یہہ تھا کہ غیر سرکاری اراکین کی اکثریت اسلامی مدارس و مکاتب کے حالات کی نسبت حکومت کو مفید مشورے دیتی رہے۔ اس کمیٹی میں علاوہ ڈایرکٹر تعلیمات کے جو آسکے صدر تھے اور اسلامی مدارس کے انسپکٹر صاحب کے جو اسکے سکریٹری تھے باقی اراکین غیر سرکاری تھے اور وہ سب ایسے لوگ تھے جو تعلیم کے مسئلہ کے متعلق تجربہ اور دلچسپی رکھتے تھے انجمن ترقی اردو کا سکریٹری بھی اسکا ایک رکن تھا۔

پہلی کروٹ | جولائی سنہ ۱۹۵۰ع میں اس کمیٹی کے سکریٹری کا ایک نوٹس ممبران کے پاس آیا جس سے معلوم ہوا کہ کمیٹی جلسہ کا ۳ اور ۴ اگست کو منعقد ہوگا۔ اسکا ایک ایجنڈا بھی جاری کیا گیا۔ سکریٹری صاحب سے دریافت کرنے پر یہہ عجیب و غریب حقیقت منکشف ہوئی کہ ۳ اور ۴ اگست ۱۹۵۰ع کو ہونے والا جلسہ تقریباً چار سال کے بعد ہو رہا ہے۔ یعنی کمیٹی کا آخری جلسہ نومبر ۱۹۴۶ء میں ہوا تھا اور پھر چار سال تک کوئی جلسہ ہوا ہی نہیں۔

جاگے اور پھر سو گئے | اگست ۱۹۵۰ع میں ہونے والے جلسہ کا انتظار ہی کیا جا رہا تھا کہ یکایک آخر جولائی ۱۹۵۰ع میں سکریٹری صاحب نے ممبران کو اطلاع دی کہ وہ جلسہ ملتوی ہو گیا اور اب ۴ اور ۵ اگست کے بجائے ۲۵ اور ۲۶ اگست کو ہوگا۔ یہہ التوا کچھ لمبا

نہ تھا۔ لیکن ۲۲ اگست کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی کہ جلسہ پھر ملتوی کر دیا گیا اسکے بعد مراسلہ کے ذریعہ سے' یہہ اطلاع دی گئی کہ جلسہ کی آیندہ تاریخ بعد میں مقرر کی جائیگی' اب یہاں سے سکریٹری صاحب یا انکے افسران کمیٹی کے ممبران سے آنکھہ مچولی کھیلنا شروع کرتے ہیں۔

آنکھہ مچولی | جب متواتر التوا کے خلاف احتجاج کیا گیا تو جواب یہہ ملا کہ "اوپر" سے ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ بالآخر کمیٹی کے ۱۱ میں سے ۷ ممبران نے ایک مشترکہ مراسلہ کے ذریعہ سے سکریٹری صاحب سے خواہش کی کہ موجودہ حالات میں کمیٹی کے بنیادی اغراض کا تقاضہ یہہ ہے کہ بہت جلد کمیٹی کا جلسہ کیا جائے۔ جواب پھر یہی ملا کہ "احکام" ابھی سکریٹری صاحب کے دفتر میں وصول نہیں ہوئے ہیں۔ پھر دسمبر ۱۹۵۰ ع میں ایک بار یاددھانی کی گئی' پھر جنوری ۱۹۵۱ ع میں جواب ملا کہ "کوئی احکام ابھی وصول نہیں ہوئے اور جس وقت احکام آجائینگے آپکو اطلاع دی جائیگی"

۲ ماہ بعد ۱۰ اگست ۱۹۵۱ ع کو پھر یاددھانی کی گئی اور اب کی دفعہ براہ راست وزیر تعلیم کو مخاطب کیا گیا۔ اگست ۱۹۵۱ ع سے آج تک پورا ایک سال گذر گیا' بار بار یاددھانی کے باوجود بارگاہ وزارت سے کوئی جواب نہیں ملتا۔ اس معاملہ میں وزارت تعلیمات کی خاموشی نے ایک تمسخر انگیز صورت اختیار کرلی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے نہ تو کمیٹی کا جلسہ کرنے کی ہمت پڑتی ہے اور نہ اس بات کا اعلان کرنے کی کہ کمیٹی توڑ دی گئی کامل خاموشی میں پناہ لی جارہی ہے۔

اس زمانہ میں جبکہ اہم تعلیمی مسائل ہمارے سامنے ہیں اس کمیٹی کے مقاصد کی اہمیت کا اندازہ کمیٹی کے بنیادی فرائض سے ہوسکتا ہے جو سرکاری طور پر اس طرح بیان کئے گئے ہیں:-

(۲) (الف) پراونشل مسلم ایجوکیشنل کمیٹی ایک مشاورتی ادارہ ہوگا جسکی رائے محکمہ تعلیم کسی معاملہ کے متعلق جسکا اثر مسلمانوں کی پرائمری تعلیم کو ترقی دینے کے مفاد پر پڑتا ہو نصاب کی ترمیم اور انتظام کے طریقوں کی اصلاح کے متعلق حاصل کریگا اور جس سے توقع کی جائیگی کہ وہ محکمہ تعلیم اور حکومت کو ان امور کے متعلق مشورہ دیگی۔

(ب) حکومت کمیٹی کی کی ہوئی سفارشوں پر احتیاط کے ساتھہ غور کریگی اور جہاں تک عملاً ممکن ہوگا ان سفارشوں کو نافذ کریگی۔

ممبران کو یہہ بھی حق دیا گیا تھا کہ وہ ایسے مدارس اور مکاتب کا معاینہ کریں اور ضلع واری کمیٹیوں سے ملاقات کریں۔

یہہ سارا ڈھانچہ ۲ سال سے بیجان پڑا ہے اور نہ تو وزارت اور محکمہ تعلیمات کے انداز میں اتنی شائستگی ہے کہ وہ ممبران کے خطوط کا سیدھا سیدھا جواب دیدیں اور نہ لاچار ممبروں کے لئے کوئی دوسرا راستہ کھلا ہوا ہے۔ جلسہ کرنے کے لئے انکا مشترکہ مطالبہ بھی ایسی بے پروای کے ساتھہ جس میں حاکمانہ اقتدار کا غرور شامل ہے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کونسل یا اسمبلی کے ذریعہ سے اگر کوئی سوال کرا کے' حقیقت کا انکشاف کرانے کی کوشش کی جائے تو ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہر معاملہ "پارٹی" کے فیصلہ پر منحصر ہے اور پارٹی ایسے مسائل کو چھونے کی کیوں اجازت دے جس سے خود "پارٹی" کے وزرا کے سکون قلب کو صدمہ پہونچتا ہو۔ یہہ خبر بھی سنی جارہی ہے کہ حال ہی میں اسمبلی کے بعض ممبروں سے اسی بناپر "پارٹی" نے جواب طلب کرلیا ہے کہ انھوں نے کیوں بغیر اجازت کے اردو کا مسئلہ کونسل یا اسمبلی کے اجلاس میں چھیڑا۔

بہر حال اگر کوئی اللہ کا بندہ اس مسئلہ کو جسے کلور فارم دیکر سلا دیا گیا ہے دفتر وزارت یا اسمبلی میں چھیڑسکے تو ہم کو تعجب تو ہوگا' لیکن ہم احسانمند بھی ہونگے !!

ہلکے ہلکے اشارے

----تجویز یہہ ہے کہ ہندی زبان کا نام "بھارتیہ" رکھا جائے

----بہت مناسب تجویز ہے اس لئے کہ اس طرح' بھارت کی زبان فارسی زبان کی گندگی سے پاک ہوجائیگی--(ہندی اور ہندو فارسی لفظ ہیں!)

----اور اس وقت تو زور صرف "پاکی" پر دیا جانا چاہئے!!

----اگر ووٹ لئے جائینگے تو بلا شبہ ہمارا ووٹ "بھارتیہ" ہی کے لئے ہوگا!

----ایک اخبار نے یہہ دلچسپ خبر دی ہے کہ

یو-پی اسمبلی کے ایک ایم' ایل' اے کی زبان سے نکلے ہوئے یہہ الفاظ "ہم اردو کے لئے کیا کرسکتے ہیں کانگریس کا نادیبی ڈنڈا ہمارے سروں پر ہے"- بنارس کے اردو نواز طبقہ میں تذکرہ اور تبصرہ کی وجہ بن گئے ہیں- کہا جاتا ہے کہ یو-پی اسمبلی کے ایک ایم' ایل' اے ابھی حال ہی میں بنارس آئے ہوئے تھے ان سے جب گفتگو کے دوران میں پوچھا گیا کہ حضرت اردو کے متعلق آپ نے کیا کیا تو انھوں نے نہایت ہی مایوسانہ لہجہ میں فرمایا کہ ہم کرہی کیا سکتے ہیں- یو-پی اسمبلی میں ایسے پچاسوں ممبران ہیں جو اردو کی حمایت کرسکتے ہیں لیکن ان میں سے بعض چار اس کار خیر کے لئے تیار ہوئے اور جب اسمبلی میں اردو کے متعلق سوال پیدا ہوا تو چاروں نے تائید کی اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ ان سے کانگریس نے "تادیبی قانون" کے تحت جواب طلب کیا- بیچارے جواب دہی کی فکر کررہے ہیں- ایسی صورت میں بتلائیے ہم کرہی کیا سکتے ہیں-

----کانگریس کی ڈسپلن کے نازک معاملہ میں ہم بھی کیا کہہ سکتے ہیں- گذشتہ اشاعت میں ایک ایسا ہی واقعہ حیدرآباد کا نقل کیا جاچکا ہے!!

----بھوپال کی قانون ساز اسمبلی میں اسپیکر نے یہہ فیصلہ کیا کہ اردو زبان کو چونکہ "دستور میں علاقائی زبان تسلیم کیا گیا ہے" لہذا اسمبلی میں اسکے استعمال پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا!- انکی رائے میں اردو میں قانون کے مسودات بھی پیش ہوسکتے ہیں اور تقریریں بھی کی جاسکتی ہیں!

----اگر اسپیکر صاحب کا نام معلوم ہوتا تو ہم انکو خط لکھتے کہ انکا یہہ فیصلہ بالکل ہی غلط ہے اور آن سے درخواست کرتے کہ وہ چند روز کے لئے الہ آباد تشریف لے جائیں اور ٹنڈن جی کی خدمت میں زانوے ادب تہ کریں-

---

----یہہ بیان اخبار نیشنل ہرالڈ کے نامہ نگار کا ہے کہ لکھنو یونیورسٹی کے شعبہ سائنس میں "بہترین کوششوں کے باوجود ہندی زبان بحیثیت ذریعہ تعلیم کے پسند نہیں کی جارہی"- نامہ نگار لکھتا ہے کہ--"سائنس ڈپارٹمنٹ کے بعض استادوں نے شمار کیا تو معلوم ہوا کہ مشکل سے ۲ فی صد طلبا ہندی زبان میں تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں"

----اب سوال صرف یہہ ہے کہ ہندی زبان زیادہ ضروری ہے یا سائنس کی تعلیم- ہم تو اس سوال کا آنکھہ بند کر کے یہہ جواب دے سکتے ہیں کہ ہندی زبان کی خاطر سائنس کی تعلیم ناقص رہ جائے تو اسمیں کوئی مضایقہ نہیں!-- اگر ہماری بات کا یقین نہ آئے تو ٹنڈن جی سے یا منشی جی سے دریافت کر لیجئے!

----وہ بھی کہینگے سائنس کی تعلیم سے زیادہ ضروری بھارتیہ کلچر ہے اور کلچر بغیر ہندی زبان کے ہندستانی تو ہوسکتا ہے مگر بھارتیہ نہیں ہوسکتا! لہذا سائنس کی تعلیم کو فی الحال ملتوی رکھا جائے اور ہندی پڑھائی جائے!!

---- ہندی ساہتیہ سمیلن کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ٹنڈن جی نے۔

"اردو کی تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ اردو نے ہندوستانی تاریخ میں قوم دشمن رول ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اس بات کو محسوس کریں اور ہندی سیکھیں"

اب تک تو ہم ٹنڈن جی سے ہمارے کلچر کے ایک علم بردار کی حیثیت سے واقف تھے۔ اب معلوم ہوا کہ موصوف کو لسانیات کی تاریخ پر بھی عبور حاصل ہے! انہوں نے بہت عجیب اور بالکل نادر یہ انکشاف فرمایا کہ اردو نے ہندوستان کی تاریخ میں "قوم دشمن رول ادا کیا" ہے۔ آج تک تو ہندوؤں اور مسلمانوں کی زبان سے یہ سنتے آئے کہ اردو زبان ان دو قوموں کے میل جول کی یادگار ہے اور دونوں کی مشترک تہذیب کا نمونہ ہے، لیکن آج معلوم ہوا کہ اردو تو ہندستانی قومیت کی دشمن ہے!!

یہ سب باتیں فضول ہیں کہ ۵۷ع کے بعد سے اس وقت ملک کی آزادی اور ترقی کے تمام تحریکوں کا ربط عوام کے ساتھ اردو ہی زبان کے ذریعہ سے قایم رہا ہے۔ گذشتہ الیکشن میں اس "قوم دشمن" زبان ہی کے ذریعہ کانگریسی نیتاؤں اور ٹنڈن جی کے ہم خیال نیتاؤں نے ووٹ مانگے۔ آزادی کی جدوجہد کا لٹریچر سب سے زیادہ اردو ہی زبان میں شایع ہوا اور پھیلا۔۔ لیکن یہ سب باتیں فضول ہیں جب ٹنڈن جی جیسے تاریخ لسانیات کے ماہر یہ فرماتے ہیں کہ اردو زبان قوم دشمن ہے!!

---- ٹنڈن جی نے یہ بھی فرمایا کہ وہ الیکشن کے ذریعہ سے پارلیمنٹ کا ممبر بننا نہیں چاہتے تھے لیکن آخر کار جب انہوں نے دیکھا کہ "اردو کو ہندی کی برابر درجہ دینے کی تحریک چلائی جاچکی" ہے تو ان کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ وہ پارلیمنٹ کے ممبر بن کر حکومت کی بے توجہی کے خلاف احتجاج کریں۔

---- تو گویا کہ ٹنڈن جی صرف علاقائی تحریک کا جواب دینے کے لئے پارلیمنٹ میں تشریف لائے ہیں اور اس تحریک پر اعتراض یہ ہے کہ وہ اردو کو ہندی کے برابر درجہ دلوانا چاہتی ہے۔۔ ہمیں یقین ہے محترم ٹنڈن جی کو پارلیمنٹ میں اس تحریک کے خلاف اپنا مورچہ قایم کرنے سے پہلے ہندستان کے دستور میں کچھ ترمیم کرانے کی کوشش کرنی پڑے گی۔۔ دستور ساز اسمبلی نے غضب تو یہ کیا ہے کہ ایک ہی فہرست میں ہندی کے ساتھ ۱۳ اور زبانوں کو "درج" میں شامل کرلیا اور برابر کا درجہ دے دیا۔ اب کسی اور علاقائی زبان کا تو ٹنڈن جی ذکر نہیں کرتے، البتہ لے دے کر اردو کے متعلق ماتم کرتے ہیں کہ ہائے! اسے ہندی کی برابر علاقائی زبان کیوں تسلیم کیا جائے!...... کیا مزا ہو اگر کسی دن ٹنڈن جی کسی دوسری علاقائی زبان ۔۔ بنگالی مرہٹی یا تلگو ۔۔ کا نام بھی اسی طرح لیں! وہ خاطر تواضع کی جائے کہ یاد کریں! لیکن اردو کے حامی کمزور سمجھے گئے ہیں لہذا نئے نئے تاریخی انکشافات کے ذریعہ سے ان پر بہتان لگائے جارہے ہیں۔۔ یہ کاٹھ کی ہانڈی ہے جو زیادہ دیر چولہے پر نہیں رہ سکتی۔

---- اتر پردیش کی اسمبلی نے ایک قانون بنایا ہے جس کا نام ہے "قانون امتناع دھم راپن" اگر آپ 'دھم راپن' کے معنے نہ جانتے ہوں تو یہ قصور آپ کا ہے! ہم کیونکر آپ کو یقین دلائیں کہ "دھم راپن" سینما گھر کا ترجمہ ہے!

---- اور ابھی تو تمام قانونی اصطلاحوں کے ترجمے کا نمبر آنے والا ہے! "دھم راپن" جیسی ایجادوں کا مزا تو اسوقت آئیگا۔

سالانہ رپورٹ انجمن ترقی اردو - حیدرآباد

[اعزازی معتمد مولوی حبیب الرحمٰن صاحب نے انجمن کی شاخ حیدرآباد کی جو سالانہ رپورٹ شائع کی ہے اسکے ضروری اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔]

میں اس موقع پر اُن مہربانوں کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا جن کی توجہ سے گذشتہ سوا سال کے دوران میں ہمارے اراکین کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ مثلاً نواب سعید جنگ بہادر نے پانچ حیاتی ارکان، سکندر علی وجد صاحب نے گیارہ معمولی ارکان، عارف الدین صاحب نے گیارہ رفیق اور نظام آباد کے جلیل احمد نعمانی صاحب نے چھ رفیق انجمن کے لیے مہیا کیے۔ ابھی دو روز کی بات ہے کہ جلیل احمد نعمانی صاحب اور سید یوسف صاحب وکیل ہائیکورٹ کے توسط سے نظام آباد کے اور چالیس حضرات ہماری انجمن کے رفیق بن گئے ہیں۔ ان اصحاب کے علاوہ ڈاکٹر جعفر حسن صاحب، نصیر الدین ہاشمی صاحب، جانکی پرشاد صاحب، ولی حیدر حسینی صاحب اور عبدالقیوم صاحب بھی انجمن کی رکنیت بڑھانے کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ اگر دوسرے اصحاب بھی اور خاص کر مجلس انتظامی کے اراکین اپنی دوسری مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ ذرا انجمن کی طرف بھی دھیان دیں تو مجھے یقین ہے کہ ہماری رکنیت میں بہت کچھ توسیع ہو سکتی ہے۔ اس وقت ہمارے اراکین کی تعداد حسب ذیل ہے:- حیاتی ارکان ۱۰ معمولی ارکان ۹۳ رفقائے انجمن ۳۳ - جملہ (۱۳۶)۔

گذشتہ رپورٹ میں عرض کیا گیا تھا کہ انجمن کے کتب خانے کے لئے کتابیں جمع کرنے کا کام شروع کر دیا گیا ہے اور اس وقت تک جمع کی ہوئی کتابوں کی تعداد ۱۴۳ بتائی گئی تھی۔ بعد کے پندرہ سولہ مہینوں میں یہ تعداد آہستہ آہستہ بڑھتی رہی اور اب ہمارے پاس کل کتابوں کی تعداد ۲۳۰ ہے۔ ان میں سے بہت تھوڑی کتابیں انجمن کی اپنی خریدی ہوئی ہیں اور بڑی تعداد بعض ہمدرد دوستوں کے عطیوں سے حاصل ہوئی ہے۔

زبان کی ترقی کے لئے لازمی ہے کہ ایک طرف تو اس کے بولنے والوں کی تعداد بڑھتی اور پھیلتی رہے اور دوسری طرف اس میں اچھا لٹریچر پیدا ہوتا رہے۔ اردو کی حد تک گذشتہ چار پانچ سال کے حالات ان دونوں شعبوں کے لئے ناسازگار ثابت ہو رہے ہیں۔ اب ہمارا یہ کام ہے کہ اپنی کوششوں سے ان حالات کو سازگار بنائیں۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ جہاں اردو بولنے اور پڑھنے والوں کی معقول تعداد موجود ہو وہاں ان کے لئے دارالمطالعے قائم کئے جائیں۔ معتمد نے کئی علاقوں میں وہاں کے سربرآوردہ اصحاب سے مل کر انہیں دارالمطالعے کھولنے کی ترغیب دی۔ لیکن افسوس ہے کہ آج اب تک کوئی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اور اس کا باعث زیادہ تر جگہ کا ملنا اور کام کرنے والوں کا وقت دینے سے گریز کرنا تھا۔ پھر بھی انجمن کی طرف سے بعض ایسے دارالمطالعوں کو جو پہلے سے قائم تھے لیکن مالی حالت خراب ہونے سے بند ہونے کے قریب تھے، اخبارات کی صورت میں امداد دی جا رہی ہے۔ ایسے کل ادارے جن کو انجمن کی طرف سے اردو اخبارات دئیے جا رہے ہیں، اس وقت صرف دس ہیں

جہاں تک نیا لٹریچر پیدا کرنے کا تعلق ہے، ہمارے بعض مہربان دوستوں نے معتمد کی استدعا کو منظور کرتے ہوئے علوم عمرانی

کے خاص خاص شعبوں پر چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اسی سلسلے میں ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ محمد فضل الرحمن صاحب کی نظم "کولم بس" کو اردو اور دیوناگری دونوں لکھاوٹوں میں ہماری انجمن کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ طباعت کا خرچ فضل الرحمن صاحب نے خود برداشت کیا ہے اور ان کتابوں کی فروخت پر جو منافع ہوگا، وہ انجمن کو دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے لئے ہم موصوف کے شکر گذار ہیں۔

اس دوران میں انجمن نے ایک اور مفید کام کا آغاز کردیا ہے جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ حیدرآباد میں کئی ایسے کتب خانے موجود ہیں جن میں اردو زبان کی قلمی کتابیں کافی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کتابوں کی کوئی ایسی فہرست اب تک تیار یا شایع نہیں ہوئی ہے جس میں ہر کتاب کے متعلق ضروری تفصیلات یا توضیحات دی گئی ہوں۔ ریسرچ کا کام کرنے والوں کے لئے ایسی توضیحی فہرستیں بڑی مفید اور کارآمد ثابت ہوتی ہیں۔ اور دوسری طرف ان قلمی کتابوں کے تحفظ میں بھی ایسی فہرست کی موجودگی سے بہت مدد ملتی ہے۔ انجمن نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حیدرآباد کے کتب خانوں میں جو قلمی نسخے اردو کتابوں کے موجود ہیں ان کی توضیحی فہرستیں تیار کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اور اس کام کے لئے حیدرآباد کے مشہور لیکچرر مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب کی خدمات حاصل کی ہیں۔ چنانچہ اپریل ١٩٥١ع سے مولوی صاحب نے کتب خانہ آصفیہ سے اس کام کا آغاز کردیا ہے اور ٨٨٠ قلمی کتابوں میں سے ختم جون ١٩٥٢ع تک ٥٥٧ کتابوں کی توضیحی فہرست تیار کر چکے ہیں۔ توقع ہے کہ اور ڈیڑھ دو مہینوں میں کتب خانہ آصفیہ کی حد تک کام مکمل ہو جائے گا۔ اس کے بعد ارادہ ہے کہ حیدرآباد کے دوسرے مشہور کتب خانوں میں بھی اسی قسم کا کام انجام دیا جائے۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ میں انجمن ھذا کی طرف سے مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) کا شکریہ ادا کروں جس نے اس اہم کام کی تکمیل کے لئے ہمیں رقمی امداد دینے کا وعدہ کیا ہے اور اب تک مبلغ چھ سو روپے کلدار ہمیں ادا بھی کردیے ہیں۔ ان فہرستوں کی اشاعت کا ذمہ بھی مرکزی انجمن نے لیا ہے۔

[باقی]

انجمن کی خبریں

حسن پور۔ ضلع مراد اباد

یہاں پروگرام کے مطابق شاندار طور پر اردو ہفتہ منایا گیا۔ بچوں نے گلی کوچوں اور سڑکوں پر جلوس کی شکل میں اردو پر نظمیں گاتے ہوئے مارچ کیا اس کے بعد جلسہ ہوا جس میں دستخطی مہم کے سلسلے میں تقریریں ہوئیں۔ ملخیص احمد صاحب جو کہ انجمن کے سکریٹری ہیں باقاعدہ دستخطی مہم کی تحریک چلا رہے ہیں۔

مراداباد

١٠ جولائی آج یہاں "بزم خواتین زبان اردو" کی جانب سے اردو ہفتہ کے سلسلے میں ادبی جلسہ بیگم نسیم کی صدارت میں منعقد ہوا۔

بیگم آرائش سعید صاحبہ نے اپنے کام کی تفصیلی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ "اب ہمیں غور کرنا ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اب تک بیس کارکن ملے ہیں جو باقاعدہ کام کر رہے ہیں جنہوں نے پانچ علاقوں میں کام ختم کرکے ٧ ہزار دستخط فراہم کر لئے ہیں اور کارکنوں کی ضرورت ہے جو کام کی رفتار تیز کر کے ٣١ اگست ١٩٥٢ع تک مرادآباد کا کوٹہ ..... مکمل کردیں۔

اعظم گڈھ

اعظم گڈھ ۹ ستمبر۔ علاقائی زبان کی مہم کے سلسلے میں یہاں دستخطوں کا کام نہایت تیزی سے ہو رہا ہے۔ مولوی مسعود علی صاحب، شاہ معین الدین صاحب اور سید صباح الدین صاحب دارالمصنفین اعظم گڈھ کے اور حکیم اسحاق صاحب اس سلسلہ میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔

شاہ معین الدین صاحب نے قومی آواز کے نامہ نگار سے کہا کہ میں کام کی رفتار سے مطمئن ہوں۔ اعظم گڈھ میں اردو ہفتہ منایا جا رہا ہے۔

گورکھپور

منظور علی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۷ جولائی کو انجمن ترقی اردو شاخ گورکھپور کی انتظامی کمیٹی کا ایک جلسہ اسلامیہ کالج کی لائبریری میں منعقد ہوا۔ اس میں وزیر تعلیم کے اس اعلان پر غور کیا گیا جو انہوں نے حال ہی میں علاقائی زبان کے سکریٹری جناب حیات اللہ صاحب انصاری کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ اردو کے حامیوں نے خواہ وہ کسی طبقۂ خیال سے تعلق رکھتے ہوں اپنی شرکت اور تعاون سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔

جناب احمد اللہ صاحب انصاری نے کہا کہ اس مضمون کی ایک گشتی چٹھی ایک سال پہلے اسکولوں میں آچکی ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہوا۔ فاروق صاحب بالسباری نے فرمایا کہ ہمیں اسی وقت تشفی ہو سکتی ہے جب ہماری سرکار کے قول اور فعل میں تطابق ہو۔ اگر اس اعلان پر سختی سے عمل نہ کیا گیا تو ہمارے لئے اس کا عدم اور وجود دونوں برابر ہے۔ جناب صدر نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں بھی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے صرف سرکار ہی عمل نہیں کرا سکتی بلکہ عوام بھی افسران متعلقہ کو مجبور کر سکتے ہیں کہ اردو پڑھنے والے طلبہ کو سہولیت بہم پہونچائی جائے۔

یہ طے پایا کہ ایک کمیٹی گورکھپور کے مختلف مدارس میں اردو پڑھنے والے طلبہ کے اعداد و شمار حاصل کرے اور حکام بالا سے درخواست کرے کہ وزیر تعلیم کے اعلان کے مطابق ان طلبہ کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ اگر وہ پس و پیش کریں تو طلبہ کے سرپرستوں کی طرف سے درخواستیں تعلیم کے اعلیٰ افسروں کی خدمت میں بھیجی جائیں اور اس وقت تک چین نہ لیا جائے جب تک اس اعلان پر باقاعدہ عمل درآمد نہ شروع ہو جائے۔

اردو کانفرنس

فوق کریمی صاحب کنوینر اردو کانفرنس علی گڈھ نے عید ڈنر کے موقع پر اخبارات اور پریس کے نمایندگان کو حسب ذیل بیان دیا ہے۔ "اردو کانفرنس علی گڈھ کا مقصد لسانی اتحاد ہے۔ جس کے بغیر کوئی ملک اور قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اس کانفرنس میں مختلف زبانوں کے ماہرین کو شرکت کی دعوت دی جائے گی تا کہ وہ یہ بتا سکیں کہ زبان کا نہ تو کوئی مذہب ہوتا ہے نہ ادب و شعر کا کوئی دھرم۔ بیان جاری رکھتے ہوئے کریمی صاحب نے فرمایا کہ قومی اور سرکاری زبان میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ سرکاری زبان نہ تو قومی زبان بن سکتی ہے اور نہ عوام کے جذبات کی ترجمان ہو سکتی ہے۔ عوام کی زبان زندہ رہتی ہے۔ اور خواص کی زبان ہمیشہ اپنے محدود دائرے میں اثرات اور نقوش چھوڑ جاتی ہے اور آخر میں اس کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔

ہندی کو سرکاری زبان کی حیثیت سے ہندوستان کے تمام وفادار باشندے بغیر تخصیص مذہب و ملت سیکھ رہے ہیں۔ اچھے نمبروں سے اسکولوں اور کالجوں میں پاس بھی ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ زبان عوام کی زبان نہیں ہے۔ اس لئے اس کا عام چرچا نہیں۔ کانفرنس اپنی نوعیت کے لحاظ سے تاریخی یادگار ہوگی اس لئے اس کا مقصد خوش نیتی کے ساتھ لسانی اتحاد ہے۔

(نامہ نگار)

مراسلات

سکریٹری صاحب مجلس ادب۔ ۳۳ E فورتھ کراس روڈ چاراجہ پٹیہ بنگلور (۲) اطلاع دیتے ہیں کہ:-

مجلس ادب بنگلور کا سالانہ اجلاس بروز اتوار ۲۰ ستمبر ۱۹۵۲ عالیشان پیمانے پر منعقد کیا جائیگا۔ جس میں تمام ادباء کرام شعراء گرامی اور سخن شناس احباب شرکت فرمائینگے۔

ایک ادبی انعامی مقابلہ رکھا گیا ہے جس میں تین انعامات تقسیم ہونگے پہلے دو انعامات ۵۰، ۲۰ روپیہ کے دو بہترین ادبی مضامین پر دئے جائیں گے (ان مضامین میں مقالے، افسانے وغیرہ شامل ہیں) تیسرا انعام ایک نقرئی تمغہ خصوصی انعام کی حیثیت سے محمد منصور احمد سکریٹری مجلس کی جانب سے علامہ اقبال رح سے متعلق بہترین مضمون پر دیا جائیگا۔ مضامین ۱۰ ستمبر تک سکریٹری کے پتہ پر آجانے چاہئیں۔ داخلہ فیس کچھہ نہیں تمام ادبی ذوق رکھنے والوں سے درخواست ہے کہ اس ادبی مقابلے میں حصہ لیکر اردو ادبی جدوجہد کو قائم رکھیں اور اردو زبان و انسانیت کی خدمت کا فخر حاصل کریں۔ انعام یافتہ مضامین ہندوستان کے کسی اعلی معیاری رسالہ میں تعارفی نوٹ کے ساتھہ شایع کئے جائینگے۔

تبصرہ

انواع فلسفہ

یہہ ولیم ہاکنگ کی مشہور کتاب Types of Philosophy کا ترجمہ ہے، مترجم ظفر حسین خاں ہیں۔ یہہ کتاب بھی ہندوستان کی انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے شایع کی ہے۔ مصنف اور مترجم کی ذمہ داریاں مختلف ہوتی ہیں اس لئے اگر اس کتاب کے مطلب متعلق کچھہ کہا جائے تو وہ یہاں کسی قدر بے موقع ہو گا لیکن اتنا کہنا ضروری ہے کہ مقبول ہونے کے باوجود فلسفہ کی یہہ کوئی اہم تاریخ یا تحصیل نہیں ہے۔ فلسفہ کے مشکل مطالب پیچیدہ انداز میں بیان کئے گئے ہیں اور گوہاکنگ نے اپنے دیباچہ میں یہہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس کا طریقہ سب سے دلچسپ ہے اور فلسفہ کا علم حاصل کرنے میں سب سے زیادہ معین ہو گا لیکن حقیقت یہہ ہے کہ یہہ ساری بحث بہت مشکل ہو گئی ہے۔

اس حالت میں مترجم کی دشواریوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کو بھی مشکلوں کا سامنا تھا اور پڑھنے والے کے مقابلے میں بہت زیادہ کیونکہ ایسے مسائل کو خود سمجھہ کر سمجھانا تھا۔ ظفر حسین خاں کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہوتا جس کا فلسفہ کا مطالعہ کم ہوتا تو اسے ہرگز کامیابی نہیں ہوسکتی تھی۔ ظفر حسین خاں نے ترجمہ سے پہلے ترجمے کے مختلف طریقوں پر غور کیا ہے۔ بہت سے ترجموں کا مطالعہ کیا ہے اس کے بعد یہہ ترجمہ کیا ہے۔ اب اگر مطالب مشکل اور عبارت پیچیدہ ہے تو اس میں ان کے ترجمہ کی خامی نہیں ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں پر یہہ خیال ضرور ہوتا ہے کہ آزاد ترجمہ میں زبان ضرور آسان استعمال کی جاسکتی ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک مفید فرہنگ اور اردو میں فلسفہ کی کتابوں کی ایک فہرست دی گئی ہے جو فلسفہ سے دلچسپی لینے والوں کے لئے مفید ہو گی۔

[مندرجہ بالا تبصرہ آل انڈیا ریڈیو۔ لکھنؤ سے نشر کیا گیا۔]

باہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا۔